انجاب

ہے الف پر دہ وار آدم کا
ورنہ کیا اعتبار اک دم کا

ہندوستان میں ہولی کھیلنے کی دیرتھی کہ بے ساختہ ابر و باد نے انگریزی جنگ کے بہت ہندوستانیوں کا ہو ہے ہو سے وہ دم گھوٹا ہوا جاتا تھا۔ اگر سب دم دینے پر دم دیتے تھے۔ طاعونی ہوائے اور بے ہوا بادلے ان کو ہوا میں چھا دیا۔ گاؤں کے بچیوں کو گاؤں شہر و شہر کے باہر آدمیوں کی راکھ کے ڈھیر کے ڈھیر دیکھے جاتے ہیں آتے تھے۔ وہ کیا ساری شکستی زمین سے بنی ہوتے تھے۔ بعض مقام پر اس کی بلا و جنازے نے ایسا عورت مرد کو ایسا ہول دلا دیا۔ کہ ان کو کیلو اور رات کو پہلو لے حرام ہو گیا ہوگا۔ اب تک محرم سے محرم ہو رہا ہے۔ ملک الموت کی آمد کے ہولوں میں ہول دلوں کو تو الہی کی مہربانی ہے۔ دن رات بسر ہوتے اور دوچار ہی گھر سے گزرتی ہے۔

افسوس بعض پڑھے لکھے نیک بخت و تعلیم یافتہ کے شیدائی غلامان جنت اور تعلیم نسلوں کے دلدادہ جو دان بہشتی کی آبادی کو چلے گئے۔ تو وہ ہوتے ہیں ان گھرانوں ہی سے جو ہماری بلند و تھے۔

اتنی پیش بادوں کی بھیڑ بھاڑ کسی معرکہ کی جنگ کی میر و بنگاہ کے حال کی طرح سے سرد ساں جنگل بیابان ہیں صبح و شام چاروں طرف سے اوسان بے تھے۔ نقد پیکار تی ہے۔ اگر کہیں بیکر شکل بن کے آئیں کیا ہی تو لوگ دو دو ہاتھ کرتے نکلے ہیں۔ بدبخت کی کمبخت پیر و جنتی کی امیدیں ہیں کے سامنے کھڑی ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثل آمد و کشتہ اندر ساگر دنیا چھوڑنے والے کے فرش سے نصف ان ہوتی بیاری عورتوں کو صائم الدہر اور مردوں کو قائم اللیل و فضل بادلی ہی نکہ کی تحفہ کا دے دیا جائے تو زہے بخت اور زہے قسمت۔ اگر کوئی بیماری آئے تو مرض اجل تو جل کو وظیفہ رٹنے کے سلسلے میں ساتھ ہی کہ۔ کہ تو بس سب دلہ پا رسی سے ہولوں میں دن گزارتے ہیں ان کے لئے بس مثل جانے کے لئے جانا دور لگتے سے۔

زمانہ کی رفتار کچھ ہی ہے دوست

بر سر فرزند آدم - ہر چہ آید بگذرد

ہاں شدت گرما فقط انتظار ہے سو ست

وہ بھی دن آجائیں گے - وہ چار دن کی بات ہو

چن کال

حضرت - اعلائے بنگال تو گنگال رخ بہی انجاب کے بے موقع بارش سے پنجاب ہی بھی بے آب ہو کر چنگال کے ہیر پھیر میں آگیا - ہولی کے بچے پیچھا سے بچے بچانے کھیتوں کی وہ آبرو دیزی ہوئی کہ الحدود اور پنجاب لے۔ دن رات کی موسلا دھار بارش سے کہ دن کا خون تو خون نا کردہ کھلسل روں تک خشک ہو گیا - بادلوں نے اتنا پانی چھوڑا کہ خالی ہو کر رہا - نام ابر مردہ رکھوانے لگے۔ جو ناتجربہ کار روگ اب سے چند ایام کے لئے علاوں سے بجائے اسفنج لے کر کام میں لائیں گے اس پانی چوس کا سفوف گرما طاعونی پنجابی گلٹیوں پر گرم کر کے لگایا جائے - تو شاید پیچھا نے تحفظ کا رہیں۔ مگر تجربہ کار دکھوسے کوئی - نیم حکیم بتائیں - ان بنگال چھوڑ بادلوں کے ہوتے کہیں ٹھہرے دونوں میں نیل نہ گرجھائیں اور روگ کچھ نہ کہیں کہ کال پڑ گیا - بھئی کال نہ ہو جنسی کھیل ہو گیا - برسے تو کال نہ برسے تو کال - ہندوستانی کال ہی کال کہہ کہہ کے ایک دن کال کر جائیں گے - اور سو کال کا سو نہ نہ دیکھیں گے ؎

مژدن فال بد - تا بہم حال بد

کال تو غلہ کی گرانی پر کہا جاتا ہے - مگر یہاں تو تمام خوردنی - نوشیدنی - پوشیدنی چیزیں مہنگی ہو رہی ہیں - معرف دانہ میں روٹیاں ملتی ہیں - وہ بھی وہ جن کے کال پر دولت ہے یہاں رزق کا منہ خالی پڑے ہوئے دیکھ لو۔ کہ وہ کم طرفوں کے کال کال کہنے سے ہول دلانے سے چیزیں جاتی ہیں - اور ایسی چیزیں کچھ کر ہی پائے اپنا پیٹ بھی - بھی سے چیز لگ گیا - جن پانی سب خشک ہو گیا - جو مال بچا ہے تو سو کیا دیکھ لو - عیاش صبح تک تین دیکھنا نے والے جو منہ سے بھی ماریں - تو منہ میں خاک پیٹ میں ڈھیلے ہوں - انتظام کی ولایتی ماچس نے ہندوستان میں شاہ کہرام میں روپیہ کی ایسی ریل پیل ہوئی کہ دونوں چیزوں کے دام کا روپیہ لگ رہا ہے ہی سبب کہ آجکل لوگ چوری کے چھپے ڈوبی صدقہ دینے سے بھی چراتے ہیں

یاران ہم قالب

ساقی نامہ

بہار آئی۔ بہار آئی — کدھر ہے ساقی بہار آئی
چمن میں آئی ہے فصل گل کی — پڑی ہے رندوں کو جام مل کی
کھلے ہوئے پھول ہر طرف ہیں — کہیں کہیں پر کھنچے صف بصف ہیں
کہیں ہے بیلا کہیں ہے شبو — کہیں ہے جوہی کی پھیلی خوشبو
کھلا ہوا ہے گلاب کیسا — یہ پھول ہے لاجواب کیسا
کلی کلی سب چٹک رہی ہے — چمن میں نرگس بھی تک رہی ہے
غضب ہیں نرگس کی پیالا آنکھیں — لٹا رہے ہیں ہزار آنکھیں
یہ اڑ رہے ہیں ہوا کے جھونکے — بنے ہیں باد صبا کے جھونکے
ہنسی اڑی ہے فغان بلبل — ہے گل فشاں اب زبان بلبل
نہال ہیں سب نہال گلشن — یہ بڑھ گیا ہے جمال گلشن
دکھاتے ہیں اپنے داغ لالے — بڑھاتے ہیں حسن باغ لالے
خزاں کے دن اب نہیں ہیں باقی — بہار آئی۔ بہار ساقی
پلا دے ساقی شراب بھر کر — کہاں نہ پیئے گی تاب ہم کو
تجھے قسم دخت رز کے سر کی — تجھے قسم میکدہ کے در کی
قسم ہے ارغوان کی تجھ کو — قسم ہے پیر مغاں کی تجھ کو
قسم بہار و چمن کی تجھ کو — قسم شراب کہن کی تجھ کو
تجھے برانڈی کی اب قسم ہے — خم اور ہانڈی کی اب قسم ہے
بیار بادہ بیار بادہ — مکن تغافل۔ مکن زیادہ
شراب ہم کو پلا دے ساقی — ذرا سی منہ کو لگا دے ساقی
نشہ کی پھر سیر دیکھ حالت — بتاؤں میں شیخ کی بری گت
انہیں پکڑ لاؤں میکدہ میں — بجا کریں گو ہزار چین میں
ذرا نشہ پھر جو ہو زیادہ — اتار دوں عمامہ و لبادہ
لگاؤں اک دھول پیٹ ایسی — بگاڑ دوں ان کی ساری شیخی
کہیں اگر ہاتھ آئے واعظ — جو وعظ اپنا سنائے واعظ
شراب کی گر کرے مذمت — تو ہو دے بلے بہا دے کی مرمت
بھگو کے نے میں پڑیں سزائیں — اس ایک سے پاؤں الٹ ہی جاؤں

وہ وعظ سب اپنا بھول جائے — ادھر کو پھر خواب میں نہ آئے
میں مست ہو جاؤں بغل بجاؤں
بجائے خم اس غزل کو گاؤں

غزل

پلا دے ہم کو نہ ٹال ساقی — ذرا ادھر بھی خیال ساقی
بہار آئی ہے۔ میں پیوں گا — حرام ہو۔ یا حلال ساقی
نشہ کی حالت میں سے چلا میں — سنبھال ساقی۔ سنبھال ساقی
عجیب ہو حق ہے میکدہ میں — ہیں وجد میں ارباب قال ساقی
نہ آیا ہم تک جو دور ساغر — ارے یہی ہے یہ چال ساقی
تری ہے تاک اپنے کشتوں کی — یہ دخت رز ہے نہال ساقی
ہمیں تو ہیں درد سے کے قابل — کھلا کدورت کا حال ساقی
پلا دے احسن کو ہاں پلا دے — فقیر کا سن سوال ساقی
سنا سنا مہربان ساقی — پلا پلا میری جان ساقی
ادھر بھی کچھ التفات ساقی — ذرا تو سن میری بات ساقی
غضب کا ہے دل ترا تو ساقی — کرم کرا دے دخت رز کے بھائی
نکال پردے سے اس پری کو — کہ جو دے تسکین میرے جی کو
پلا دے ساقی بنا دے اتو — نہیں ہی جام ایک چلو
شراب دینے میں دیر کیسی — پلانے میں اب یہ پھیر کیسی
وہ دیکھ بستر ذبیح آ گئے — لپک آ گئے۔ فصیح آ گئے
یہی میاں شیخ کے رہین بانی — بس ان کی کافی ہے پائمالی
یہ میں کے آ گئے ہیں نام ساقی — انہیں بھی دے کوئی جام ساقی
بس آ ادھر جاتی گاہیں رکے — یہ دونوں انگلیں ہائیں رکے
کہ اے بہار و خزاں کے مالک — یہاں کے مالک وہاں کے مالک
چمن میں جب تک بہار آئے — خزاں کی جب تک پکار آئے
بہار برسائے پھول جب تک — خزاں کرے خاک دھول جب تک
رہے بے خوشگوار جب تک — شراب میں ہو خمار جب تک
یہ جب تک ہے کدہ میں پیتی — رہے میاں شیخ کی بد بختی
اسی طرح سے بہار آئے — یونہی چمن میں خمار آئے

ہمیشہ خوش ہوں۔ ہمیشہ گائیں
ہمیشہ بچے شیخ کی سائیں

میاں بی بی کے نخرے غمزے

بی بی جو دو برس کی بیاہی ، میاں ۱۸ سال کے ۔ جوشی کے دن ۔ آرزوؤں کے اوقات ۔ دن عید ۔ رات شب برات ۔ پہلے محبت کی بول چال ۔ پھر خام خیزی اور تلون مزاجی کی مثال ۔ ضمنیں وہی ایک پتنے کی دو دال ۔ اچھا ملاحظہ فرمائیے ۔

شوہر

میری منزل مری کوشی مری کلی بی بی ۔ وہ حسن ہے کہ ہے دل سے مری دنیا سے نرالی بی بی ۔ جس کے مرتے کے مرے طرح الفت تیری ۔ مجھ کو الفت سے زیادہ ہے محبت تیری ۔ واہ کیا حسن ہے کیا شکل ہے رعنائی ہو ۔ اک جہان میرا ہی ہے ترا شیدائی ہو ۔ عشق ہے تیرے جذبے سے تسلسل مجھ کو ۔ کوئی کچھ کہے مجھ کو تو بلبل سمجھ کو ۔ تری پیلے تو میں قربان ہوں جان جان ہی ہے مجنون کا جو جان میں بھائی اسد ۔ مجھ کو شیریں کہہ دو سے ہوتو فرہاد کہو ۔ بلکہ اس سے بھی سوا عشق میں آتا ہوں میں ۔ اتفاق ہی ہے جب وہ مخلوق ہو تو ۔ میری بی بی تو نہیں ہے مری معشوق ہے تو ۔ سچ کہہ دوں تری پیار ہے سر کی قسم ۔ پیار کہوں میں تری ماتری سر کی قسم ۔ الغرض مجھ کو کہتا ہوں میں سوجان سے عزیز ۔ مال سے جان سے اور دولت ایمان سے عزیز ۔ بیبی میں اوگر اس موقعہ کہ جب بات نہ کرو ۔ وصل یار تو نہیں نہ دو اور کبھی کبھی بات کرو ۔

میرا کہنا جو کرو تم تو نہیں تم ہو پری
ورنہ سچ جانو کچھ بھی نہیں تم ہو پری

بیوی

تجھ کو لگا ہے میاں مرے پیارے شوہر ۔ میری قسمت کے چمکتے ہوئے تارے شوہر
اپنے ایک زمانہ میں مجھے مانتی ہوں ۔ مجھ کو پیارا ہے تو ہی رب میں جانتی ہوں
تو جانتا ہے مرا عاشق تری محبوبہ ہوں میں ۔ تو ہے طالب مرا ساجن تو مطلوبہ ہوں میں
تو ہے محبوب مرا اور تری شیدا ہوں میں ۔ تو جو ہے یوسف مصری تو زلیخا ہوں میں
تو ہے میرا میں ہوں تیری ۔ نہ جدا ہونا کبھی ۔ ایسے رشتہ میں آتا ہو رسم محبت کیونکر
تم بات کو اندر ہی کیا کرتے ہو ۔ اوپر ہی مجھے بے نیری کرتے ہو
تم تو خوش ہو کہ مرا کام نکل جاتا ہے ۔ مجھ سے پوچھو کہ مرا دل تو دہلا جاتا ہے
دل خفا تم سے تو دور مجھ سے خفا ہو گئے ۔ بھول جاتے ہو تم اور یاد خدا ہی تم کو
جس کسی سے مجھے اس پیار سے ملتے تم نہ جا ہو مری ہزار دعا ہوں دو مگر نہیں

آج کیا ہے کہ جو یوں میرا قدم لیتے ہو ۔ خوب مطلب میں ہے یہ بھی سمجھے دم دیتے ہو ۔ کہا تم ہو نہیں کہ بات تمہیں سوجھی ہو ۔ کام لینے کے لئے بات ہی سوجھی ہے

میری اور آپ کی الفت تو جتانے کی نہیں
ایسی باتوں میں مگر بندی تو آنے کی نہیں

شوہر

واہ ہے واہ طبیعت کی روانی تیری ۔ منہ کی کھلوا سکے گی یہ حیرت زبانی تیری ۔ باتوں باتوں میں تری اب سے مجھی جاتی ہے ۔ منہ لگاؤ نے تو اب سر پہ چڑھی جاتی ہو ۔ انہیں باتوں سے حرمت تری گھٹ جائیگی ۔ اب جو بولی تو زبان گھٹ سی کٹ جائیگی ۔ مجھ سے چشمک ان نہیں یار تری زنجیر ہے تو ۔ ہار ہو تو گلا نہیں طوق گلوگیر ہے تو ۔ میں یہ کہتا نہیں بی بی مری عاشق ہی تو ۔ ہاں مگر میری طبیعت کے موافق ہی تو ۔ جو میں کہتا اسے وہ شوق سے سن لیتی ۔ گو کر تی پہ اسے ذوق سے سن لیتی ۔ کٹ گیا دل مرا ان باتوں سے قینچی کی طرح ۔ واہ کیا تیری زبان چلتی ہے قینچی کی طرح ۔ کاش ان باتوں سے آپ ہی تو شرما جاتی ۔ ناک ہوتی نہ اگر تیری تو کٹ جاتی ۔ یہی حالت ہو تو پھر کھینچ کھینچ ہی بات کی ۔ تو گئی میں گیا دن گیا یا رات گئی ۔ تو نہ بی بی ہے مری اور نہ میں شوہر تیرا ۔ تو بہن میری ہے اور میں ہوں برادر تیرا

میں نے اچھا نہ کیا ۔ جانا جو اچھا تجھ کو
مجھ کو جو کچھ نہ سمجھنا تھا ۔ سو سمجھا تجھ کو

بیوی

واہ دیکھو میں کہ ہے اسطرح حضور کی شان ۔ فارسی بولیں گے جسطرح اسد کی شان ۔ مجھ سے خدا سے بھی نہیں ڈرتے ہو ۔ منہ تو چھوٹا ہے ۔ مگر بات بڑی کرتے ہو ۔ تنکے کا ہے مرا سینہ غم کی یہی سم ۔ اسطرح تو نہیں کرتا ہے کوئی کہیں تم ۔ تم غلط سمجھے ہوئے ہو مجھے سمجھا کیا ہے ۔ اور دیکھو گے ابھی تم نے یہ دیکھا کیا ہے ۔ پاس آؤ نہ مرے تم مجھے کمتر سمجھو ۔ اب مجھے آج سے تم ماں کے برابر سمجھو ۔ ہوش میں آؤ ذرا ایسے ہوئے ہو کس کے بس میں تم ۔ تو بھی تاک بھو گرد وری پا پوش پہ تم ۔ اب جو کبھی مجھے دیکھتے تھے اچھا ہو گا ۔ مجھے دیتی ہو خیر یہی دیکھو ۔ تماشا ہو گا ۔ آخر الامر تم ہو گے پشیماں دل میں ۔ وہ بھی کہو گے کہ جو کہنے کا ہے ارماں دل میں ۔ جاؤ اب تم سے مجھے کچھ بھی سروکار نہیں ۔ اب جو یوسف بھی بنو تم میں خریدار نہیں ۔ تم نہیں پیتے تو میرا بھی خدا ہے دیکھو ۔ کسی شاعر نے یہ کیا شعر کہا ہے ۔ دیکھو

مجھ سی ناداں کو نادان کوئی جوڑا خاوند
بھاڑ میں جائے یہ کمبخت نگوڑا خاوند

میاں

آمری گود میں غصہ کو بھلا کے آجا | میری آغوش میں سب رونے بھلا کے آجا
ملن جا اب میں مناتا ہوں تجھے سنتی ہو | آگیا میں تری بگڑی کی سزا لے آجا

بی بی

آمرے پاس سے جا ہٹنے دے آجا | میں نہیں سنتی تری باتوں کو کھا لے آجا
آمرے سینۂ پرسوز کی ٹھنڈک ہے تو | آ ادھر آ مری آنکھوں کے اجالے آجا

ہم

گرہ گہنٹال میاں بی بی کے غمزے بھی ہیں | آمرے یار ذرا تو بھی مزا لے آجا

راقم ۔ گرہ گہنٹال از سیپی

گورستان کا نظارہ

بحر جہاں میں ہستی بشر کی حباب ہے | دیوار ریگ جسم ہے یا نقش آب ہے
پیاسو نہیں یہ بحر ہے موج سراب ہے | اچھو نہیں اس کا کام جہاں خراب ہے
یکساں یہاں زمانہ کسی کا رہا نہیں
سلطان ہو یا فقیر کسی کو بقا نہیں

جو گوہر تھے کل تھے آج ہیں خوار زمیں | مدہوش ہیں عروس لحد کے کنار میں
بہرتے تھے شاد شادیاں ہی کو یکے بار میں | ناگاہ آ گئے کام اجل کے فشار میں
وہ ناز وہ ادا وہ چم و خم نہیں رہا
وہ حسن وہ جمال کا عالم نہیں رہا

ظلمت وہ قبر کی کہ نہیں سوجھتا ہے ہات | وہ کالا غار اور وہ اندھیری رات
وہ یاس وہ ہراس وہ منزل وہ کالی رات | وہ بے بسی کہ چل نہیں سکتی ہے کوئی بات
دیکھا جو جا کے قبر پہ جانا ہر انہیں
سچ ہے کہ بیکسی میں کوئی پوچھتا نہیں

جس پر یہ قہر جسم پہ مٹی ہزار من | گرد و غبار و خاک میں آلودہ ہے بدن
جا کے لباس فاخرہ پہنا کفن | بستی سے دور دفن میں مسکن ہوا ہے بن
مسند نہیں پلنگ نہیں بستر نہیں

تکیہ سرہانے لا کے کسی نے دیا نہیں
بالوں کا ہے ادھر ہی کچھ حسرت ہر طرف وہ ہیبت ہے ایک سمت تو وحشت ہر طرف
تاریکی ایک سو ہے تو ظلمت ہر طرف رنج و غم و دکھ کی کثرت ہے ہر طرف
کہتا ہے جس کا قبر پہ ہوتا گذار ہے
حسرت برس رہی ہے یہ کس کا مزار ہے

میں ایک دن جو گورغریباں میں چلا گیا | دیکھا وہاں تو طرفہ نظر آیا ماجرا
کوئی یہاں ہے دفن کوئی دان کیا ہو | بڈھا جوان مسن کوئی کمسن کا ہے پتہ
چھوٹا بڑا ہر ایک طرح کا مزار ہے
غربت کہیں تو یاس کہیں آشکار ہے

حالت پہ ان غریبوں کی آنسو نکل پڑے | دریا کی طرح آنکھوں سے چشمے ابل پڑے
فرط غم سے ہوش و حواس اپنے چل پڑے | بڑھ جائے بیکسی تو بھلا کیسے کل پڑے
جھک کر کہا کہ صاحبو تم پر سلام ہے
آئی صدا کہ رحمت رب انام ہے

سب سے پرانی قبر وہاں آئی اک نظر | ملتی زمیں سے تھی نہ تھا کچھ قبر کا اثر
بس رو رہی چار اینٹیں پڑی تھیں ادھر ادھر | کس کا مزار ہے کہا جب دم بخود تھا ہر
آئی صدا سکندر بن فیلقوس ہوں
فرمانروائے روم ہوں سلطان روس ہوں

شوکت نہیں ہے شان نہیں حشم نہیں | سکہ نہیں ہے نقش نہیں ہے علم نہیں
عشرت نہیں ہے ناز نہیں ہے خدم نہیں | دولت نہیں خزانہ نہیں ہے درم نہیں
لونڈی نہیں غلام نہیں کوئی ساتھ ہو
تنہا ہے شاہ ملک عجب واردات ہے

جب میری خاک غربت میں آگئی | بستی کا نام خان دولت میں آگئی
نوبت دنیا وہ سخت مصیبت میں آگئی | ادپہ ہے میری لاش جو تربت میں آگئی
اعیان سلطنت نے چھپایا مزار میں
تنہا پڑے ہیں آج رہے کل ہزار میں

شکر صد شکر دل پہ ہوا صدمۂ الم | ہوش و حواس جاتے رہے آپے بھی گم
منزل قلق سے دم بخود آگے بڑھے قدم | بے شک جہاں فانی ہے ہے کشور عدم
ان کی لال کا ارے سخن میں جیا نہیں
ہر شے کو یاں فنا ہے کسی کو بقا نہیں

دنیا سے دوسرے کی گزر گاہ ہے | ہم ہو اٹھے کس پہ آ کے دو جا پہنچے